Fikr-o-Naṣar (Islamabad) 24:2 (1986)

# اجتہاد اور حل مشکلات میں فقہ کا کردار

علامہ مصطفیٰ احمد الزرقاء
ترجمہ : محمد الغزالی

## ۱ - ایک تمہیدی جائزہ :

اجتہاد کے متعلق گفتگو بیک وقت قدیم بھی ہے اور جدید بھی - یہ ایک قدیم موضوع ہے اس لئے کہ ہمارے اسلاف نے اس پر بھرپور بحثیں کرکے اس کی ماہیت و حقیقت کو پورے طور پر واضح کر دیا ہے- انھوں نے نہ صرف اس کی شرائط اور اس کے ایک ضروری امر ہونے کو ثابت کیا بلکہ ان صفات اور خصوصیات کو بھی واضح کیا جس کا پایا جانا مجتہدین میں لازمی ہے - اسی طرح متأخرین نے ہمیں بتایا کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور اسی طرح کے قدیم مباحث ہمارے سامنے ہیں - یہ موضوع جدید اس اعتبار سے ہے کہ اب ضروری ہو گیا ہے کہ اجتہاد پر ایک نئی تحقیق کا آغاز ہو اور ایسے نئے آفاق اور زاویوں سے اس پر نظر ڈالی جائے جن سے اب تک شاذ و نادر ھی کسی نے اس مسئلہ کو دیکھا ہے- اس مختصر تحریر میں میرے لئے یہ تو ممکن نہیں کہ میں اجتہاد کے تمام مباحث کا احاطہ کروں البتہ میں اجتہاد کے بارے میں چند گذارشات پر اکتفاء کروں گا جن کا مقصد یہ ہوگا کہ ماضی میں اجتہاد کی حیثیت پر روشنی ڈالی جائے تاکہ اس کی مدد سے مستقبل میں ہماری راھیں متعین اور واضح ہو سکیں -

## ۲ ـ فقہاء کی اصطلاح میں اجتہاد کسے کہتے ہیں :

اجتہاد ـ جیسا کہ اس کی فقہی تعریف سے واضح ہو جاتا ہےـ شریعت کے تفصیلی دلائل سے احکام شریعت معلوم کر لینے کے عمل کو کہتے ہیں ـ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر ممکنہ واقعہ کے لئے شریعت کے پاس کوئی نہ کوئی حکم موجود ہے اور اس کے پاس ایسے دلائل بھی موجود ہیں جو محقق مجتہد کو اس حکم شرعی تک لے جا سکتے ہیں ـ

یہ ادلہ شرعیہ جیسا کہ سب جانتے ہیں، علماء شریعت کی نظر میں چار ہیں :

ا ـ قرآن حکیم کی نصوص } دلالت کی ان تمام اقسام کے ساتھ
ب ـ سنت کی نصوص } جو کتاب و سنت میں ملتی ہیں۔
ج ـ علماء امت کا اجماع چاہے وہ کسی زمانہ میں ہوا ہو۔
د ـ قیاس

ان چار ادلہ شرعیہ کے ساتھ تین ثانوی مآخذ بھی شمار کئے جاتے ہیں جن کا لحاظ رکھنے کی ضرورت خود قرآن حکیم اور سنت نبویہ سے ثابت ہےـ اور وہ یہ ہیں :

(ا) استحسان : یہ وہ شرعی راستہ ہے جس کے ذریعہ قیاس کے عام اصولوں کے مقتضی کے خلاف کوئی استثنائی حکم ثابت کیا جاتا ہے، یہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ کچھ وجوہ ایسی موجود ہوتی ہیں جو ان اصولوں کے مقتضی سے انحراف کو ضروری قرار دیتی ہیں ـ

(ب) استصلاح : اس کا دوسرا نام مصالح مرسلہ کا اصول بھی ہے، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تنظیمی اور اصلاحی حاجات اور ضروریات کی رعایت رکھتے ہوئے احکام شریعت کو ثابت کیا جا سکے اور یہ ان امور میں ضروری ہوتا ہے جن کے بارے میں نہ تو کوئی مثبت یا منفی نص موجود ہو اور نہ ان کی رعایت سے قیاس کے اصولوں کی کوئی خلاف ورزی لازم آتی ہو ـ

یہاں ہم ان لوگوں کی رائے کو نظر انداز کرتے ہیں جو استصلاح، استحسان اور قیاس کو بطور مأخذ کے تسلیم نہیں کرتے اس لئے کہ ن حضرات کی رائے کو امت میں نہ تو عام طور پر قبول کیا گیا ہے اور نہ اس کی کوئی عملی افادیت ظاہر ہوئی ہے۔

(ج) ایسا عرف جو شریعت کے نصوص اور اس کے طے شدہ اصولوں سے متعارض نہ ہو۔

اجتہاد اور ادلہ شریعت کے مفہوم کے اس تعین کی روشنی میں ہم شریعت اسلامیہ کے دائرہ میں اجتہاد کا مرتبہ بخوبی معلوم کر سکتے ہیں اور یہ بھی جان سکتے ہیں کہ مختلف زمانوں میں مسلسل ارتقاء پذیر رہنے والی انسانی زندگی سے جو مشکلات جنم لیتی ہیں ان کو حل کرنے میں اجتہاد کا کردار کیا ہے۔

## ۳۔ اجتہاد کا کردار :

اجتہاد کے کردار سے ہماری مراد اس کا وہ عمل ہے جو اس نے ماضی میں انجام دیا اور ابھی تک دے رہا ہے جس کی وجہ سے شریعت اسلامیہ کے فقہ کی بلند و بالا عمارت کی تعمیر ممکن ہو سکی اور شریعت کے احکام کا عملی نفاذ ہو سکا۔

اجتہاد کے کردار پر گفتگو کے موقع پر یہ مناسب اور مفید ہوگا کہ ہم یہ بھی سمجھ لیں کہ شریعت اسلام اور فقہ شریعت اسلام میں اجتہاد کی کیا حیثیت اور اہمیت ہے اور شریعت کے احکام متعین کرنے میں اس کا عمل کیا ہے۔

### شریعت اور فقہ شریعت میں اجتہاد کی حیثیت :

یہاں ہم یہ دعویٰ اور اعلان کر سکتے ہیں کہ اجتہاد شریعت اسلامیہ کے لئے بمنزلہ روح کے ہے اور اس کے فقہ کا سرچشمہ حیات یہی اجتہاد ہے۔ یہ بات عقل کبھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ شریعت اپنا عمل انجام دے رہی ہو اور اس کا ایک زندہ فقہی نظام موجود ہو جو انسانوں کی مصلحتوں کو تسلسل کے ساتھ منظم کر رہا ہو اور

یہ سب کچھ اجتہاد کے بغیر ہو جائے ۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک ھی سے جبکہ شریعت وجود میں‌آئی تبھی سے اجتہاد بھی موجود ہے۔ چنانچہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر اجتہاد فرمایا اسی طرح آپ کی ھدایت کے مطابق آپ کے صحابہؓ نے آپؐ کی زندگی میں اجتہاد فرمایا ۔

اس سلسلہ میں جلیل القدر صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ مشہور واقعات میں سے ہے کہ جب آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معلم اور قاضی بنا کر یمن روانہ فرمایا آپؐ نے حضرت معاذ سے پوچھا :

- ,, اگر تمہیں کوئی فیصلہ کرنا پڑا تو کیا کروگے ؟
- آپ نے جواب دیا : جو کچھ کتاب اللہ میں ہے اسی کے مطابق فیصلہ کرونگا ۔
- آپؐ نے پوچھا : اگر وہ بات کتاب اللہ میں نہ ملی تو ؟
- آپ نے جواب دیا : ,,تو پھر رسول اللہؐ کی سنت کے مطابق فیصلہ دوں گا "
- آپؐ نے پھر پوچھا : اگر سنت رسول اللہ میں بھی نہ ملی تو ؟
- آپ نے جواب دیا : اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اجتہاد کو انجام دینے اور صحیح فیصلہ تک پہونچنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ جواب بہت پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا : ,, تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے رسول اللہ کے پیغامبر کو اس بات کی توفیق دی ہے جو اللہ کے رسول کو پسند ہے " ۔

اجتہاد اسلامی شریعت کے لئے روح اور فقہ کے لئے زندگی کی حیثیت رکھتا ہے ، اس کی دلیل یہ ہے کہ اجتہاد کا ایک بہت مضبوط

کبھی نہ ٹوٹنے والا تعلق خود اسلام کے مقصد اور اس کی خصوصیات کے ساتھ قائم ہے۔ شریعت اسلامیہ میں اجتہاد کی کیا حیثیت اور مقام ہے اس کو سمجھنے کے لئے ھمیں اسلام کا مقصد اور اس کی خصوصیات کو سمجھ لینا چاھیئے تاکہ ان دونوں کا جو تعلق اجتہاد کے ساتھ قائم ہے وہ بھی ھماری سمجھ میں آ جائے۔

۴ ۔ اسلام کا مقصد اور اس کی خصوصیات :

(ا) قرآن و سنت کی نصوص کے مطابق ، اسلام کا مقصد یہ ہے کہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کی جامع اصلاح کی جائے . اس جامعیت میں انفرادی اور اجتماعی زندگی ، حال اور مستقبل کے تمام معاملات شامل ھیں ۔ اسلام کے متعلق یہی ایک مسلمان کا عقیدہ ہے اور اس عقیدہ میں کوئی کمی کرنا اسلام سے نکل جانے کے مترادف ہے۔

(ب) جہاں تک اسلام کی ان خصوصیات کا تعلق ہے جو مذکورہ بالا مقصد سے ظاہر ہوتی ھیں وہ یہ تین خصوصیات ھیں :

۱ ۔ آخریت : یعنی یہ بات کہ اسلام تمام الٰہی شریعتوں میں آخری شریعت ہے اور اس کو لانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ھیں ، لہذا نہ اسلام کے بعد کوئی شریعت ھو سکتی ہے جو اسلام کو منسوخ کر سکے اور نہ ھی کوئی نیا رسول آ سکتا ہے۔

۲ ۔ ابدیت : یعنی یہ بات کہ اسلام کا پیغام کسی آنے والے وقت تک محدود نہیں کیا گیا جس کے آ جانے پر اس پیغام کو عام کرنے کی ذمہ داری ختم ھو جائے اور جس کے بعد انسانوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے کہ وہ اسلامی شریعت کے اتباع اور اس کے نفاذ کا پابند ہوئے بغیر خود ھی اپنی زندگیوں کو منظم کرلیں

۳ ـ جامعیت : یعنی شریعت اسلامیه کے قانونی نظام کا پوری طرح جامع هونا ـ جس کا مطلب یه ہے که شریعت کے احکام اور اصول جن سے اسلام کا قانونی نظام وجود میں آیا ہے ، وہ تمام ایسے واقعات کو محیط ہے جو واقعتاً هوئے هوں یا جن کا وقوع پذیر هونا ممکن هو یه احکام اور اصول یه صلاحیت رکھتے هیں که هر زمانه اور هر علاقه میں قانون سازی کی ضرورتوں کو پورا کر سکیں اس کی وجه یه ہے شریعت کے اصولوں میں عمومیت ، لچک ، معمولی اور غیر معمولی تدابیر اور بدلتے هوئے حالات کی رعایت رکھ دی گئی ہے ـ

اسی لئے علماء شریعت نے فقه کی کتابوں میں متعدد مواقع پر یه بات وضاحت سے بیان کی ہے که ایسا ممکن نهیں که زمانه کے حال یا مستقبل میں کوئی واقعه رونما هو اور اس کے لئے شریعت اسلامیه میں کسی نص ، قیاس یا اجتهاد پر مبنی کوئی حکم موجود نه هو اس لئے که هر پیش آمده واقعه ان پانچ احکام میں سے کسی ایک کے ذیل میں ضرور آتا ہے : واجب، مندوب، مباح، مکروه اور حرام ـ

نتیجه :

هرگاه که اسلام کا مقصد و مدعا اور اسکی خصوصیات وهی هیں جو هم نے بیان کیں تو همارا یه دعویٰ ثابت هو گیا که اجتهاد شریعت اسلامیه کے لئے بمنزله روح کے ہے اور اس کے فقه کا سرچشمه حیات ہے ، اس لئے که یه بات کیسے عقل میں آ سکتی ہے که یه شریعت آخری اور دائمی هو اور اس میں هر موضوع اور مسئله اور هر حقیقی اور ممکن الوقوع واقعه کے لئے ایک حکم بھی موجود هو اور پھر اس میں اجتهاد قائم و دائم نه هو ـ

علامه شهرستانی اپنی کتاب ,, الملل والنحل ،، میں فرماتے هیں :

,,حوادث اور واقعات عبادات اور انسانی تصرفات میں اتنے هیں که نه شمار کئے جا سکتے هیں نه هی ان کی کوئی حد ہے ، اور یه بات

ھمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ ھر واقعہ کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ھوئی اور اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ( یعنی اس کا امکان بھی نہیں ) اور نصوص متناھی اور واقعات لامتناھی ھیں ۔ اور جو چیز متناھی ھو وہ لامتناھی کو نہیں سنبھال سکتی ، تو اس سے قطعی طور پر یہ بات معلوم ھوئی کہ اجتہاد اور قیاس دونوں کو تسلیم کرنا واجب ہے تاکہ ھر واقعہ کے متعلق اجتہاد ھو سکے " ۔

اوپر کی جانے والی بحث سے یہ بات واضح ھو جاتی ہے کہ اجتہاد کا بند ھو جانا شریعت اسلامیہ کی خصوصیات کے منافی ہے ، اس لئے کہ اسلام اور مسلمان مسلسل نئی ضرورتوں اور نئے معاملات سے مختلف زمانوں اور مقامات میں دوچار ھوتے رھیں گے اور ایسی مشکلات بھی انھیں پیش آتی رھیں گی جو شریعت کی نصوص اور اس کی روح سے ماخوذ مناسب حل کی طلب گار ھوں گی ، تو ظاھر ہے کہ اجتہاد کے بند ھو جانے کا مطلب یہ ھوگا کہ فقہ شریعت جامد ھو کر رہ جائے اور اس بات پر قادر نہ رہے کہ مختلف نئے واقعات ، ضروریات اور مسائل کے لئے شرعی حل پیش کرے ۔

یہ ہے شریعت اور فقہ شریعت میں اجتہاد کی حیثیت اور اس کا مقام اور اجتہاد یقیناً شریعت کے جسد کے لئے روح کی حیثیت رکھتا ہے ۔

(ب) جہاں تک اجتہاد کے کردار کا تعلق ہے تو اوپر کی جانے والی تصریحات کی روشنی میں اس کو ھم دو مرحلوں میں بیان کریں گے :

- اجتہاد کا کردار ماضی میں
- اجتہاد کا کردار مستقبل میں

## ۵ ـ <u>ماضی میں اجتہاد کا کردار :</u>

خدمت شریعت اور اس کے عظیم فقہی نظام کی عمارت استوار کرنے میں اجتہاد نے بہترین طریقہ پر اپنی ذمہ داری ادا کی ہے ۔

اجتہاد ہی کی بدولت اس خلاء کو کسی حد تک پر کیا جانا ممکن ہو سکا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے خالی ہوا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے قرآن کی چند سو آیات احکام اور اسی طرح احادیث میں سے بھی احکام سے متعلق ایک محدود مقدار چھوڑی تھی ۔

لیکن یہ تمام نصوص اپنے قلیل عدد کے باوجود اپنے اندر لچک عمومیت اور جامعیت رکھتی تھیں اور ان سے احکام کے اسباب و علل کا استخراج بھی ممکن تھا اور انھوں نے قانون سازی کے ایسے اصول ہمیں دے دیئے تھے جو دائمی اقدار کے حامل تھے اسی وجہ سے ایسی قابل عمل اور مفید عمارت تیار ہو گئی تھی جس نے فقہ و اجتہاد کو قواعد و اصول ، قانونی نظریات اور حکیمانہ احکام کا ایک لامحدود ذخیرہ عطا کر دیا تھا ۔

مثلاً قرآن عظیم کا ارشاد ہے : یا أیھا الذین آمنوا أوفوا بالعقود

اور اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : لاضرر ولا ضرار

حضورؐ کا یہ ارشاد تمام مالی اور دیوانی معاملات میں خلاف ورزیوں کی ذمہ داریوں اور ضمانات کی جملہ اقسام میں ایک عمومی بنیاد فراہم کرتا ہے ۔

ضرار کا مطلب ہے ضرر کے بدلہ میں ضرر پہنچانا ، چنانچہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے مال کو ضائع کر دے تو یہ جائز نہیں ہوگا کہ اس کے بدلہ میں اس کا مال ضائع کر دیا جائے بلکہ اس کو ضائع شدہ مال کا معاوضہ ادا کرنے کا پابند کیا جائے گا ۔

ان پر مغز اور زرپں نصوص سے مزید مثالیں دینے کا یہاں موقع نہیں ، صحابہ ، تابعین اور تبع تابعین حضرات کے تینوں ادوار میں

جزیرہ عرب اور دیگر مفتوحہ مسلم ممالک میں مجتہدین اس کثرت سے پائے جاتے تھے کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے ان مجتہد حضرات میں سے ہر ایک کے ہاں فہم نصوص ، استخراج واستنباط احکام اور نئے واقعات پر ان احکام کو لاگو کرنے کے اپنے اصول اور طریقے تھے۔ ان اصول میں یہ سب حضرات ایک دوسرے سے متفق بھی ہوتے تھے اور بعض اوقات اختلاف بھی کرتے تھے۔

اس طرح ان تینوں ادوار میں ان مجتہد حضرات کی کثرت تعداد کے تناسب سے اجتہادی نقطہ ہائے نظر وجود میں آئے اس طرح کہ ہر مجتہد کا ایک مسلک ہوتا تھا جو کہ تمام مسائل میں اس کی فقہی آراء پر مشتمل ہوتا۔یعنی ہر مسلک ایک مکمل اور جامع نظام شرعی پر مشتمل ہوتا تھا اور اس کے دائرہ میں وہ تمام مسائل آ جاتے تھے جن کے متعلق سوالات اور معاملات پیدا ہوتے تھے اور جن پر اس مجتہد نے اپنی تحقیق انجام دی ہوتی تھی۔

ان مسالک میں سے کچھ تو اپنے اصحاب کے دنیا سے چلے جانے کے ساتھ ہی ختم ہو گئے اور اختلاف فقہاء کے موضوع کی کتابوں میں مذکور چند متفرق روایات کے سوا ان کا کچھ نام و نشان نہیں ملتا ۔ جب کہ انہی مسالک میں سے بعض کو ایسے طالبان علم میسر آگئے جنھوں نے بانی مسلک کے ورثہ کو محفوظ کرکے باقاعدہ مدون کر لیا اور اس میں وسعت پیدا کی اور دوسرے لوگوں نے پھر ان سے یہ علوم حاصل کئے.اس طرح مکمل شکل میں ان مسالک کو دوام حاصل ہوا ۔ آئندہ آنے والی نسلوں میں ان مسالک کی خدمت جاری رہی اور ان میں وسعت آتی گئی اور اس طرح یہ مسالک آج ہمارے سامنے فقہ کے چار معروف مسالک کی صورت میں موجود ہیں ۔ پھر ان اجتہادی مسالک کے مستحکم اور مکمل ہو جانے اور ان کے ائمہ کے علم اور تقویٰ پر مکمل اعتماد ہونے کی وجہ سے اور کچھ اس وجہ سے کہ مرور ایام کے ساتھ ساتھ لوگوں میں علوم شرعیہ اور

علوم لغت جو اجتہاد کے لئے ضروری ہیں،ان علوم میں تبحر حاصل کرنے کا رجحان کم ہوتا گیا ، انہی مسالک کے ماننے والے مقلدین کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا اور عالم اسلامی کے مختلف علاقوں میں ان مسالک میں سے کسی ایک کو بالا دستی حاصل ہو گئی ۔ اور عباسی عہد کی ترقی کے ساتھ یہ ہو گیا کہ جس علاقہ میں جس مسلک کو رواج ہوتا وہاں اسی مسلک سے تعلق رکھنے والے قضاۃ اور مفتی حضرات بھی ہوتے ۔

پھر مسائل میں تفریع، توسیع اور تخریج کا دائرہ وسیع ہوتا گیا ، اس کے ساتھ ساتھ ان چار مسالک کے متبعین میں سے بڑے بڑے علماء کی اپنے اپنے مسلک کے متعلق تصانیف کا سلسلہ دراز ہوا ، اور ان علماء نے جو چار مسالک کے متبعین تھے یہ محسوس کیا کہ علم فقہ تمام ضروری تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اجتہاد مطلق کی صلاحیت رکھنے والی شخصیتیں بھی نادر الوجود ہوتی جا رہی ہیں اور اس بات کا خدشہ ہے کہ امت کے عام لوگ اجتہاد کی حقیقی خصوصیات اور اس کی صلاحیتوں کو سمجھنے اور پہچاننے میں کوتاہی کرنے لگیں گے اور اس کا امکان پیدا ہو جائے گا کہ کسی کے علم و تقویٰ کے دھوکہ میں لوگ آ جائیں تو وہ اجتہاد کا دعویٰ کر بیٹھے جبکہ درحقیقت وہ اس کا اہل نہ ہو اور لوگوں کا دین اس کے ہاتھوں غارت ہو کر رہ جائے ، اسی بناء پر مسالک اربعہ کے ماننے والے علماء نے چوتھی صدی ہجری کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہو جانے کا فتویٰ دیا ۔

لیکن ان چار مسالک کے اصول و ضوابط کے دائرہ میں رہ کر اجتہاد مقید کا عمل پھر بھی جاری رہا ۔ اس عمل میں مختلف زمانوں میں ، چار مسالک کے پیروکار بڑی بڑی شخصیتوں نے حصہ لیا ، یہ حضرات نئے مسائل کا اجتہادی حل اپنے مسالک کے اصول و ضوابط کی بنیاد پر اس طرح نکالا کرتے تھے کہ مسلک کے مسائل

مقررہ پر قیاس کرکے نئے مسائل کا استخراج کرتے یا استحسان یا مصالح مرسلہ کے قاعدہ پر عمل کرکے اجتہاد کرتے ۔

مثال کے طور پر ، اسی طریقہ اجتہاد کے مطابق پانچویں صدی ہجری میں حنفی مسلک میں بیع الوفاء کے احکام کی بنیاد رکھی گئی جس کا مقصد یہ تھا کہ سرمایہ کی گردش اور قرضوں کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے پیش نظر ربا کی مشکلات کا حل نکالا جائے ۔ اسی طرح مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے متأخرین فقہاء نے یہ فتویٰ دیا کہ ایسا کوئی وقف یا کوئی مالی تصرف قابل نفاذ نہیں ہوگا جو کسی مقروض نے قرضہ لیے ہوئے اموال میں کیا ہو تاوقتیکہ قرض خواہ اس پر آمادہ نہ ہوں تاکہ مقروض لوگ وقف یا ھبہ وغیرہ کو قرضخواھوں سے اپنے اموال کو محفوظ کر لینے کا ذریعہ نہ بنا لیں ۔ اسی طرح کے اور بھی کئی مسائل تھے جن میں استحسان کی بنیاد پر اجتہادی آراء کو اختیار کیا گیا ۔

لیکن اجتہادی صلاحیتوں اور قابلیتوں میں مرور زمانہ کے ساتھ رفتہ رفتہ کمی آ جانے کی وجہ سے مسالک کے دائرہ کے اندر رہ کر کیا جانے والا اجتہاد مقید کا یہ عمل بھی کم ہوتا گیا ۔ یہاں تک کہ ایسا وقت آیا کہ فقہ شریعت نئی تخلیقات کے معاملہ میں مکمل بانجھ پن کا شکار ہو گیا اور فقہ کا جو ذخیرہ موجود تھا اسی کے حفظ و تکرار پر اکتفاء ہونے لگا ۔ حتیٰ کہ بعض حضرات جنھیں علماء اور فقہاء میں شمار کیا جاتا تھا ، فقہ کے مطالعہ میں احکام کے دلائل اور مختلف مسالک کی آراء معلوم کرنے کو بھی یہ کہہ کر ناپسند کرنے لگے :

,,ھمیں دلائل سے کیا بحث ؟ یہ تو مجتھدین کے مقام کو زیبا ہے ،،

میں نے خود بعض ایسے لوگوں کو دیکھا ہے ، یہ وہ لوگ تھے جو مدرسین شریعت کے شیوخ میں سے تھے ۔ بلکہ عثمانی دور کے آخری ایام میں تو یہ کیفیت ہو گئی کہ اجتہاد کی تہمت ، جو بعض ان

ذهین فقہاء پر لگائی جاتی تھی جو احکام کے دلائل سے بحث کرتے تھے ۔ اس بات کے لئے کافی قرار پائی کہ انھیں سزائے موت سنا دی جائے ۔

اس مختصر سے تاریخی جائزہ سے جو ہم نے پیش کیا ایک اور عملی ثبوت اس بات کا مل گیا کہ اجتہاد شریعت کی روح اور فقہ شریعت کی زندگی ہے ۔

اس طرز عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ عثمانی عہد حکومت کے اواخر سے عالم اسلام میں برسر اقتدار حکام وقت یہ سمجھنے لگے کہ شریعت اور فقہ شریعت ملک کو وہ ضروری نظام مہیا نہیں کر سکتے جو ترقی پذیر اور تیزی کے ساتھ تجدد اختیار کرنے والی عصری ضروریات کی تنظیم کر سکے چنانچہ ان حکام نے غیر ملکی قوانین کا سہارا لیا جس کے نتیجہ میں بالآخر فقہ اسلامی علمی اور عملی طور پر کتب خانوں میں مدفون ہو کر رہ گیا ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نتیجہ کی علامات ابن القیم کے زمانہ ہی سے ظاہر ہونی شروع ہو گئی تھیں ۔ ان کی اسی موضوع پر ایک نہایت عمدہ جاوداں نوعیت کی بحث ہے جسے انھوں نے اپنی کتاب ,,الطرق الحکمیۃ،، اور ,, اعلام الموقعین،، میں بھی قلم بند کیا ہے ، انھوں نے اس بات پر افسوس اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے کہ فقہی مسالک کے متبعین میں جمود در آیا ہے اور انھوں نے شریعت کے سرچشموں اور وسعتوں کو اس قدر تنگ کر دیا ہے کہ امراء، حکام اور فرمانروا اس پر مجبور ہوئے کہ وضعی قوانین کا اجراء کرکے انسانی ضروریات کو پورا کریں اس لئے کہ فقہی احکام ناکافی ثابت ہوئے ہیں ۔ جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ تنگی شریعت میں نہیں ہے جو کہ بے حد کشادگی رکھتی ہے بلکہ اصل تنگیاں فقہی مسالک کے متبعین کے ذہنوں میں ہیں ۔ یہ ابن قیم ہیں جو اپنے زمانہ کے تنگ نظر مسلک پرست فقہاء کا مواخذہ کرتے ہوئے ان تاثرات کو ہمارے لئے محفوظ

کر گئے ھیں ۔

اس کے بعد کسی باشعور صاحب بصیرت کی نظر سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو جانے سے شریعت اسلامیہ اور اس کے گرانقدر فقہ پر کتنی مصیبت ٹوٹی ہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ جب تک اسلام کی خصوصیات یقینی اور حتمی طور پر اجتہاد کے عمل کو لازمی ٹھہراتی ھیں تو کوئی بھی یہ حق نہیں رکھتا کہ اس عمل کو بند کردے، خود چاروں مسالک کے فقہاء مقلدین میں سے بعض نمایاں حضرات جو طبقہ متأخرین سے تعلق رکھتے ھیں اپنی کتابوں میں بڑی وضاحت کے ساتھ کہہ چکے ھیں کہ اگر کوئی شخص علمی اعتبار سے مرتبہ اجتہاد کو پہنچ جائے اور اس کی ذات میں اجتہاد کی مطلوبہ شرائط اور خصوصیات مہیا ھو جائیں تو اس کے لئے یہ جائز نہیں رہتا کہ وہ کسی مسلک کی تقلید کرے ، لیکن ساتھ ھی یہ حضرات عملاً کسی کے حق میں یہ تسلیم نہیں کرتے کہ وہ اس رتبہ کو پہنچ گیا ہے۔ تو اجتہاد کا دروازہ کھولنا ان کی نظر میں ممنوع نہیں بلکہ اس کی چابی گم ہے۔

علامہ عز الدین بن عبد السلام ، جو ساتویں صدی ھجری کے شافعی فقہاء کے اکابر میں سے ھیں، فرماتے ھیں :

,, لوگوں کا اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے اور اس باب میں کئی اقوال نقل کیے جاتے ھیں ... اور یہ تمام اقوال فاسد ھیں اس لئے کہ اگر کوئی ایسا واقعہ رونما ھو جس کے بارے میں کوئی نِص نہ وارد ھو چکی ھو یا اس کے متعلق سلف کے درمیان کوئی اختلاف پایا جاتا ھو تو اس واقعہ کے بارے میں کتاب یا سنت سے لازماً اجتہاد کرنا پڑے گا اور اس کے علاوہ کوئی اور بات کوئی صاحب ھذیان ھی کہہ سکتا ہے،، ۔

اجتہاد کے موقوف ہو جانے ، اگر ہم اس کے لئے بند ہو جانے کے الفاظ استعمال نہ کریں ، کے بارے میں ایماندارانہ رائے دینے سے پہلے، ضروری ہوگا کہ ہم ایک نظر ڈال کر یہ تجزیہ کر لیں کہ اجتہاد کی شکل اور نوعیت ماضی میں کیا تھی ۔

## ٦ ۔ ماضی میں اجتہاد کا طرز اور اس کی نوعیت :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اجتہاد پر شوریٰ کا رنگ غالب تھا، ابتدائی دور کے خلفاء اہم نوعیت کے درپیش قانونی اور سیاسی مسائل کو شوریٰ کے سامنے پیش کرکے قرآنی رہنمائی حاصل کرتے تھے اور تمام معاملات میں یہی طرز عمل اختیار کیا جاتا تھا ۔ یہ طرز عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق تھا جس میں آپؐ نے حضرت علیؓ کے اس سوال کے جواب میں کہ : مؤمنوں کو اس وقت کیا کرنا چاہیئے جب انہیں کوئی ایسا معاملہ درپیش ہو جس کے متعلق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ میں کوئی نص انہیں نہ ملے ؟ جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : ,, ایسے معاملات کے لئے اہل علم کو جمع کرو اور شوریٰ کے ذریعہ انہیں طے کرو مگر کسی ایک رائے پر فیصلہ نہ کرو ،، یعنی کسی ایک فرد کی رائے پر ۔

اس کے بعد آنے والے ادوار میں شوریٰ پر انفرادی رنگ غالب رہا اور مجتہد حضرات مستقل طور پر اپنی رائے اور فہم کی بنیاد پر اجتہاد کا فریضہ انجام دینے لگے ، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ صحابہ اور ان کے بعد کے مجتہد حضرات مختلف ممالک میں پھیل گئے تھے اور ان کا آپس میں ملنا اور باہم مشورہ کرنا دشوار ہو گیا تھا ۔

اسلام کے ابتدائی ادوار میں لوگ طلوع اسلام کے عہد سے قریب تر تھے اور اس کا اثر ان کے دلوں پر گہرا تھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث تیسری صدی تک ، مدون شکل میں ان

مجموعات کے علاوہ جو علماء کے درمیان رائج تھے ، ابھی روایت اور شخصی تلقی کے مرحلے سے گذر رھی تھیں ۔ اس کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں لوگ شریعت کا فہم ، قرآن ، حدیث نبوی اور لغت کے علوم حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کوشاں تھے اور اپنی پوری زندگی اس مقصد کے لئے تج دیتے تھے ۔ وہ وقت ایسا تھا کہ ایک ثقہ اور خدا ترس عالم کی پہچان آسانی سے ہو جاتی تھی ۔

جوں جوں لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد زریں سے جو کہ اسلام کی مشعل کی حیثیت رکھتا تھا دور ہوتے گئے اور لوگوں کے لئے حقیقی عالم اور مدعی علم کے درمیان تمییز مشکل ہو گئی اور قابلیت اور تقویٰ کا معیار گھٹنے لگا تو چوتھی صدی میں مسالک اربعہ کے متبعین کو یہ خدشہ ہوا کہ کہیں ایسے لوگ نہ اٹھ کھڑے ہوں جو دعوائے اجتہاد کی آڑ میں بدعات اور فکری زہر پھیلانے پر لگ جائیں اور شریعت کے اصولوں کو تہہ و بالا کر دیں ، تو انھوں نے پہلے سے قائم شدہ مسالک کی کاوشوں ھی کو کافی سمجھ کر اجتہاد کا دروازہ بند کرنے کا فتویٰ دے دیا ۔

ماضی میں اجتہاد کے طرز اور اس کی نوعیت کے اس تجزیہ کی روشنی میں ھم کہہ سکتے ھیں کہ فقہ اسلامی کی تشکیل کے دور میں ابتدائی مجتہدین کا انفرادی اجتہاد اس امت کے لئے خیر کثیر کا باعث ہوا ، اسی کی بدولت شریعت کی کھیتی کو کاشت کرنے اور اسے بار آور بنانے کے لئے اھل عزم و ھمت صف آرا ہوئے اور چوٹی کے اھل علم و فضل فقہی اصول و ضوابط مستنبط کرنے اور فقہ شریعت کے قانونی نظریات اس کے نصوص و اصول کے مطابق وضع کرنے کے تاریخی کام میں لگ گئے اور انھوں نے ایک بھر پور اور بیش قیمت فقہی ذخیرہ پیدا کر دیا ۔ اس ذخیرہ میں ایسے اصول و قواعد ، نظریات اور فرعی احکام ھیں جو آنے والے زمانوں کے لئے نہ خشک

ہونے والا ایسا سرچشمہ بن سکتے ہیں جس کی نظیر کسی ملت کے ہاں نہیں ملتی ۔

ابتدائی تین صدیوں میں ان فقہی تخلیقات کا وجود میں آنا انفرادی اجتہاد ھی کی بدولت ممکن ہوا ۔ پھر خیر و حکمت کا یہی تقاضا تھا کہ اس انفرادی اجتہاد کا دروازہ ان خطرات کے پیش نظر بند کر دیا جائے جو اس کے کھلے رہنے سے سامنے آتے تاکہ انتشار اور بے سمتی سے یہ امت محفوظ رہے ۔

لیکن غلطی اس بات میں ہوئی کہ اجتہاد کو مطلقاً بند سمجھا گیا ۔ یہاں تک کہ شریعت اور فقہ شریعت پر جامد و ناکافی اور حیویت سے خالی ہونے کا الزام لگ گیا ۔ ضروری امر یہ تھا کہ اجتہاد میں انتشار کا علاج بجائے اجتہاد کی ممانعت سے کرنے کے اس ادارہ کو منظم کرکے کیا جاتا اور اس ذمہ داری کو افراد کے بجائے ایک جماعت کے سپرد کیا جاتا ۔ یہی اجتہاد کا وہ کردار ہے جو اس کو مستقبل میں ادا کرنا چاہیئے ۔

**۷ ۔ آج کے دور میں اجتہاد کی تحریک کا دوبارہ آغاز کرنے کا راستہ :**

اجتہاد کے متعلق ماضی کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو جان لینے سے وہ کردار بھی واضح ہو گیا جو لازماً اس کو مستقبل میں ادا کرنا چاہیئے ۔ ماضی میں جہاں انفرادی اجتہاد وقت کی ایک ضرورت تھی وہاں آج اسے رو بہ عمل لانا سنگین نقصانات کا باعث ہوگا ۔ وہ خدشات جو چوتھی صدی ھجری میں خطرات تھے جن کے پیش آنے کے امکان کے باعث فقہاء مسالک نے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا تھا ، آج حقیقت کی شکل اختیار کر چکے ھیں ۔

آج دین کے سوداگروں کی تعداد بڑھ چکی ہے ۔ شاید ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہوں جو صالح اور متقی علماء سے زیادہ علم اور قوت بیان کے مالک ہوں ۔ آج علوم شرعیہ کے فارغ التحصیل

لوگوں میں ایسے لوگ بھی شامل ھیں جنھوں نے ایسی گمراہ کن کتابیں اور فتاوی تصنیف کیے ھیں جو اس بات کا ثبوت ھیں کہ ان لوگوں نے اپنا علم اسلام کے اندرونی و بیرونی دشمنوں کے تصرف میں دے دیا ہے اور اس طرح یہ لوگ اسلام کے ستونوں کو یوں منہدم کر رہے ھیں جیسے اسلام کے دشمن خود نہیں کر سکتے ۔ یہ سب اجتہاد اور حریت فکر کے پردہ میں کیا جا رہا ہے اور اس خدمت کے عوض یہ لوگ بے حساب منفعتیں اور مفادات حاصل کر رہے ھیں ، ان مفادات کے حصول کے پیچھے انھیں اللہ کے غضب اور ناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں ۔

اگر ہم شریعت اور فقہ شریعت کی روح اور حیویت اجتہاد کے ذریعہ واپس لانا چاھتے ھیں جو کہ ایک فرض کفایہ ہے جس کا امت میں جاری رھنا شرعاً ضروری ہے اور جو کہ ایک واحد راستہ ہے جس پر چل کر ہم اس زمانہ کی بے شمار مشکلات پر قابو پا سکتے ھیں ، ان مشکلات کے ایسے جرأت مندانہ شرعی حل تلاش کر سکتے ھیں جو گھرے غور و فکر اور مضبوط دلائل سے معلوم کیئے گئے ھوں اور شکوک و شبہات اور طعنہ زنی سے پاک ھوں اور اس بات پر بھی قادر ھوں کہ بیک وقت جمود کا شکار اور منکرانہ رجحان رکھنے والے خیالات اور ذھنوں کو شکست دے سکیں ،تو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے دو بنیادوں کا فراھم کرنا ضروری ہے ، ان میں سے ایک تنظیمی بنیاد ہے اور دوسری تعلیمی ۔

## ۸ ۔ تنظیمی بنیاد : اجتماعی اجتہاد، فقہی اکیڈمی کا قیام :

آج ہمارے لئے ضروری ہے کہ اجتہاد کے لئے ایک نیا اسلوب اختیار کریں اور وہ اسلوب یہ ہے کہ ایک منظم جماعت بڑے بڑے مسائل کے بارے میں مل کر اجتہاد کا فریضہ انجام دے تاکہ یہ اجتماعی اجتہاد انفرادی اجتہاد کی جگہ لے سکے ۔ اس طرح ہم اجتہاد کو اس کی ابتدائی صورت کی طرف واپس لے جا سکیں گے

جو خلافت راشدہ کے زمانہ میں قائم تھی جب کہ خلیفہ کی جانب سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا جاتا تھا اور پیش آمدہ اهم مسائل کے حل کے لئے ، جیسا کہ هم نے پہلے بیان کیا ، ان سے رائے لی جاتی تھی ۔

اب اس کا طریقہ یہ ہونا چاہئیے کہ عالمی سطح پر ایک فقہی اکیڈمی قائم کی جائے جو علمی اور لسانی اکیڈمیوں کے طرز پر کام کرے اور اس فقہی اکیڈمی میں ہر اسلامی ملک سے معروف ترین ٹھوس علم رکھنے والے ان فقہاء کو شامل کیا جائے جن میں شرعی علم کے ساتھ ساتھ ، جدید روشن خیالی اور سیرت و تقوٰی کی خوبیاں جمع ہوں ۔

ان شخصیتوں کے ساتھ ایسے قابل اعتماد مسلمان علماء کو بھی شامل کیا جائے جو جدید علوم کے مختلف شعبوں جیسے اقتصادیات؛ عمرانیات ، قانون اور طب وغیرہ میں اختصاصی مہارت رکھتے ہوں تاکہ بطور ماہرین دی جانے والی ان کی ماہرانہ راہ پر فقہاء غیر فقہی معاملات میں اعتماد کر سکیں ۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ فقہ اکیڈمی سے صادر ہونے والے فقہی احکام ہر موضوع اور ہر مسئلہ کے متعلق حقیقت حال کے فہم و ادراک پر مبنی ہوں تاکہ اس اکیڈمی کے فقہاء پر یہ الزام نہ لگ سکے کہ وہ طبی ، اقتصادی اور اجتماعی امور کے اختصاصی مسائل کے بارے مین حلال اور حرام کا فیصلہ کر دیتے ھیں اور ان مسائل کی حقیقت اور ان کی اصل صورت حال کو نہیں سمجھتے ۔

اس اسلامی فقہی اکیڈمی کے ارکان کی کافی تعداد کو کل وقتی بنیاد پر اس کام میں لگنا پڑے گا جب کہ بقیہ ارکان جز وقتی معاونین کا کام کریں گے ۔ کل وقتی ذمہ داریاں انجام دینے والوں کو مناسب مشاہرے دینے ہوں گے اور یہ حضرات مطالعہ ، تحقیق اور اجتہادی

فکر کے لئے وقف ہوں گے تاکہ جس موضوع یا جدید مسئلہ کے متعلق ضرورت پیش آئے ، اسلام کا حکم بیان کریں ، اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی تحقیقات اور نتائج فکر کو ایک مجلہ کے ذریعہ شائع کر دیا کریں گے ۔

سب سے اہم کام جس کا آغاز اس اکیڈمی کو کرنا چاہیئے وہ فقہ اسلامی کی ایک دائرۃ المعارف کی تیاری ہے جس میں تمام معتبر فقہی مذاہب کے مدون شدہ فقہی احکام کو ہر مسئلہ اور ہر رائے کے مستند حوالہ اور متعلقہ مسلک کے مرجع کے ساتھ پیش کر دیا جائے اور انسائکلوپیڈیا کے مروجہ طریق کار کے مطابق فقہی موضوعات اور احکام کو حروف ہجاء کی ترتیب کے لحاظ سے عنوانات قائم کرکے جمع کر دیا جائے ۔

دائرۃ معارف فقہیہ عامہ کی تیاری کے علاوہ اکیڈمی کو یہ کام بھی کرنا چاہیئے کہ مختلف مسالک کی فقہ کی بنیادی کتابوں کی فہرست ہجائی ترتیب سے شائع کرے تاکہ محققین کو ان تک رسائی حاصل کرنے میں سہولت ہو ، اس کے علاوہ اکیڈمی کو وہ تمام خدمات بجا لانی چاہیئں جو اجتماعی اجتہاد ، اس کی تیاری اور اس کا راستہ ہموار کرنے کے لئے اس دور میں ضروری ہیں ۔

اس قسم کی فقہی اکیڈمی کے قیام کا فیصلہ اس سے قبل ان دو اسلامی کانفرنسوں میں بھی کیا گیا تھا جو ۱۹۴۹ء اور ۱۹۵۱ء میں پاکستان کے شہر کراچی میں منعقد ہوئی تھیں جن میں میں خود بھی شریک تھا ۔ لیکن اس فیصلہ کو عملدرآمد کے وسائل میسر نہ آسکے اور یہ کاغذ کی روشنائی سے آگے نہ بڑھ سکا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں اکثر اسلامی ممالک ۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے ہر کام کے راستہ میں مالی سخاوت کا مظاہرہ کر دیتے ہیں سوائے اسلام کے راستہ کے ۔

لیکن اب ان دونوں اہم منصوبوں ، یعنی فقہی دائرۃ المعارف کے منصوبہ اور فقہی اکیڈمی کے منصوبہ ، پر عمل درآمد کچھ سالوں سے بعض عرب ممالک میں شروع ہو گیا ہے۔

(ا) ۱۳۷۵ھ (۱۹۵۶ء) میں ایک سرکاری حکم کے بموجب جامعہ دمشق کے کلیۃ الشریعۃ میں ایک باقاعدہ کمیٹی تشکیل دی گئی ، اس کمیٹی نے ٹھوس قدم اٹھائے اور منصوبہ کی ضروری تیاری اور اس پر غور و خوض شروع کر دیا ۔

پھر مصر اور شام کے درمیان اتحاد کے دور میں ۱۹۵۸ء میں مصری وزارت اوقاف نے اس منصوبہ کو آگے بڑھانے اور اس کے لئے مالی وسائل مہیا کرنے کی ذمہ داری اٹھا لی اور ایک نئی مشترکہ کمیٹی کا قیام عمل میں آیا جو شام و مصر کے فقہاء شریعت پر مشتمل تھی ، اس کمیٹی نے سنجیدگی کے ساتھ کام شروع کیا اور منصوبہ کے نفاذ کی سمت میں مناسب پیش رفت کی ہی تھی کہ مصر و شام کے مابین قائم ہونے والا اتحاد ٹوٹ گیا ۔

اس کے بعد ۱۹٦٦ء کے اواخر میں کویت کی وزارت اوقاف نے فقہی دائرۃ معارف کے منصوبہ کو اپنی سرپرستی میں لے لیا اور تقریباً پانچ سال تک اس پر کام ہوتا رہا جس کے دوران منصوبہ کا خاصا حصہ مکمل کیا گیا جس کے بعد اس پر کام رک گیا ۔

پھر مصر میں دائرۃ معارف فقہیہ پر کام دوبارہ اس وقت شروع کیا گیا جب حکومت کویت اس سلسلہ میں سرگرم ہوئی ، لیکن مصر میں اس کام کا دوبارہ آغاز مقابلہ اور منافست کے جذبہ سے شروع کیا گیا تھا اور مصریوں نے اس کی کتابت و اشاعت کا نمایاں حصہ بھی مکمل کر لیا لیکن دائرۃ معارف کے کڑے معیار کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اس کام میں مہارت مفقود ہے ۔

پھر آج سے تقریباً چار سال پہلے کویت میں دائرۃ معارف فقہیہ کے منصوبہ پر پوری سنجیدگی ، دلچسپی اور اس تجویز کے ساتھ

مکمل اخلاص کے ساتھ دوبارہ کام کا آغاز ہوا ہے اور یہ منصوبہ بفضلہ تعالی کامیابی کے مراحل بخوبی طے کر رہا ہے۔

(ب) جہاں تک فقہی اکیڈمی کے منصوبہ کا تعلق ہے، اس سلسلہ میں آج تک دو نمونے سامنے آئے ہیں :

اول : مصر کی جامع ازہر کے نئے نظام کی رو سے ۱۹٦۰ء کی دہائی کے شروع میں آج سے تقریباً بیس سال پہلے مجمع البحوث الاسلامیہ کی تشکیل عمل میں آئی ۔ اس ادارہ کا ہر سال ایک اجلاس منعقد ہوتا ہے جو ایک ماہ تک جاری رہتا ہے۔ اگر یہ ادارہ اپنے قیام کے وقت ہی سے حکومت کے اثر و رسوخ اور ہدایات کے تابع بن کر نہ رہ جاتا تو یہ امید کی جا سکتی تھی کہ یہ مطلوبہ عالمی فقہی اکیڈمی کی تشکیل میں ایک اچھی بنیاد فراہم کرے گا۔

دوم : اس منصوبے کا دوسرا نمونہ اس فقہی اکیڈمی کی صورت میں سامنے آیا ہے جو ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۷ء میں رابطہ عالم اسلامی نے مکہ مکرمہ میں قائم کی ۔ اس اکیڈمی کے لئے رابطہ نے ایک مجلس نامزد کی جو مملکت سعودی عرب اور اس کے باہر سے تعلق رکھنے والے علماء شریعت پر مشتمل ہے ۔ لیکن اس مجلس کے ارکان جن میں راقم الحروف بھی شامل ہے ۔ جزوقتی رکن ہیں جو ہر سال دس روز کے لئے منعقد ہونے والے ایک اجلاس میں جمع ہوتے ہیں اور فقہی موضوعات اور بعض جدید مسائل کے متعلق تحقیقات تیار کرتے ہیں ۔ یہ موضوعات اور مسائل وہ ہوتے ہیں جو آج کے دور میں حل طلب ہیں اور فقہ شریعت کی روشنی میں فیصلہ کے محتاج ہیں ۔ ان اجلاسوں میں پیش ہونے والے مسائل اور تحقیقات کے سلسلہ میں اکیڈمی حاضر ارکان کی اکثریتی رائے کو اختیار کرکے ان مسائل کے بارے میں فیصلہ دے دیتی ہے ۔ یہ ادارہ بھی بطور ایک اکیڈمی کے ابھی اپنی تنظیم کے ابتدائی مرحلہ میں ہے۔

اسی طرح حال ہی میں اسلامی کانفرنس کی تنظیم نے بھی اسلامی ممالک کی سطح پر ایک فقہی اکیڈمی کے قیام کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ اسلامی سربراہ کانفرنس میں منظور ہونے والی ایک قرار داد کی بنیاد پر کیا گیا ہے اور اس کی تیاری کے سلسلہ میں کچھ اجلاس بھی منعقد ہو چکے ہیں۔ بظاہر حالات اور قرائن سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس تجویز پر مطلوبہ اور صحیح صورت میں عمل درآمد کے لئے کوئی سنجیدگی پائی جاتی ہے۔

یہ تو ان کوششوں کا ذکر تھا جو سرکاری سطح پر فقہی اکیڈمی کے قیام کیلئے کی جا رہی ہیں۔ لیکن اس کے قیام کا اصل صحیح طریقہ بلاشبہ یہی ہے کہ اسلامی ملی سطح پر اس کا اہتمام کیا جائے اور اس کی مالی کفالت اور دیگر مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے ملی اور عوامی کوششوں ہی پر بھروسہ کیا جائے اور خالصتاً غیر سرکاری سطح پر اس کام کو کیا جائے۔ اس طرح یہ عظیم علمی اور دینی ادارہ حکمرانوں کے زیر اثر آجانے کے شبہ سے دور رہے گا اور دوسری طرف مسلمانوں کی جماعت بھی اس عظیم فرض کفایہ کی ادائیگی کے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرے گی۔

فقہی اکیڈمی کی مالی کفالت کا یہ طریقہ عالم اسلامی کی عملی صورت حال کو دیکھتے ہوئے اگرچہ مشکل ترین معلوم ہوتا ہے، تاہم اگر ایک ایسی کمیٹی کے سپرد یہ کام کیا جائے جس کے افراد دینی اور علمی لحاظ سے اعتماد کے قابل ہوں اور امانت کی شہرت کے حامل ہوں اور وہ اسلامی ممالک کا دورہ کریں، اس نظریہ اور مقصد کی وضاحت کریں اور مستقلاً اور پابندی کے ساتھ اکیڈمی کی مالی کفالت کے لئے مسلم اقوام کی ہمتوں کو ابھاریں۔ ساتھ ہی اس

مقصد کے لئے ایسے اوقاف بھی قائم کئے جائیں جن کی مستقل آمدنی سے اکیڈمی کا کام چلتا رہے ۔ اس کے علاوہ زکوۃ کی آمدنی سے بھی اس اکیڈمی کی مالی امداد ہو سکتی ہے اگر اس بارے میں فقہی مسالک کے ائمہ اور فقہاء کی دو مشہور رایوں میں سے اس ایک رائے پر عمل کیا جائے کہ مصارف زکوۃ کے باب میں " سبیل اللہ " سے مراد ہر وہ نیک عمل ہے جس سے قربت الٰہی حاصل ہو اور یہ صرف جنگی جہاد کے مصالح کے ساتھ خاص نہیں ۔ اس صورت میں اکیڈمی کی عوامی ذرائع سے مالی کفالت کا معاملہ بہت آسان ہو جائے گا ۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عوامی سطح پر مالی کفالت کا بندوبست آج پہلے سے زیادہ آسان ہے بشرطیکہ عملی قدم اٹھانے کا پختہ عزم موجود ہو ۔ اسلامی عرب دنیا کے متمول تجّار میں سے ایک یا دو حضرات اکیلے ہی اس کفالت کا بوجھ ابتدائی مرحلہ میں بغیر کسی دقت کے اٹھا سکتے ہیں ۔ پھر مستقل آمدنی کے کچھ اوقاف فقہی اکیڈمی کے لئے مخصوص کر دیئے جائیں تاکہ بلا رکاوٹ اکیڈمی کے لئے سرمایہ اور رجال کار کی فراہمی کا دوامی بندوبست ہو جائے ۔ اس طرح یہ حضرات اللہ تعالی کے ہاں اجر عظیم پائیں گے اور آنے والی نسلوں میں ان کا نام امر ہو جائے گا ۔ کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالی کسی دردمند کے دل میں یہ خیال ڈال دے اور وہ اس کام کو کر گذرے ۔

## ۹ ۔ تعلیمی بنیاد : اجتہاد کی قابلیت پیدا کرنے کے لئے مطلوبہ معیار کی شرعی تعلیم :

اجتہاد کے عمل کا دوبارہ آغاز کرنے کے لئے جو دوسری بنیاد فراہم کی جانی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ شرعی تعلیم کی مطلوبہ اقسام مہیا کی جائیں تاکہ اجتہاد کی قابلیت پیدا کرنے کے مقصد کی سمت

پیش رفت ہو سکے ۔ یہ اس لئے کرنا ضروری ہے کہ درجہ اجتہاد کے حصول کے لئے تین عناصر ہیں جن کا پایا جانا ہر مجتہد میں ضروری ہے اور وہ یہ ہیں :

(ا) امکانی حد تک پوری گہرائی اور جامعیت کے ساتھ شریعت کے اصول و فروع کا علم ۔

(ب) ذہانت ، اسلامی شعور اور زمانہ سے آگاہی کا مطلوبہ معیار ۔

(ج) تقویٰ اور صالح کردار جس کی بنیاد پر اس شخص کی دینی امانت پر بھروسہ اور اس بات پر اعتماد قائم ہو کہ وہ کسی خوف یا لالچ کی وجہ سے حق بات سے ہٹ کر کچھ کہنے پر آمادہ نہ ہوگا ۔

یہاں یہ بات لائق توجہ ہے کہ اجتہاد کے عنصر اول کا حصول (یعنی شریعت کے اصول اور فروغ کا جامع اور گہرا مطالعہ) آج کے متخصص فی الفقہ کے لئے جو اس مشغلہ میں ہمہ تن مصروف ہو ، پہلے کی نسبت آسان تر ہو گیا ہے اس لئے کہ معلومات کے ذرائع پوری طرح میسر ہیں اور علم شریعت کے تمام مآخذ مدون ہو چکے ہیں بالخصوص سنت نبوی ( جو اگرچہ ماخذی درجہ بندی میں کتاب اللہ کے بعد آتی ہے ) جس پر اجتہاد کے پورے عمل اور مجتہد کی پوری کوششوں کا دارومدار ہے اور اگر اس کی ہدایات کی بابت تحقیق نہ کی جائے تو عالم بھول بھلیوں میں گم ہو کر رہ جاتا ہے ۔

اور دوسرا عنصر ( ذہانت ، شعور اور زمانہ سے آگاہی ) اجتہاد کے لئے نہایت ضروری ہے تاکہ سرسری فکر رکھنے والے افراد سے علمی فکر رکھنے والے اصحاب الگ پہچانے جا سکیں اور ان کی فہم اور بصیرت پر بھروسہ کیا جا سکے ۔

اور تیسرا عنصر تقویٰ کا اس لئے ضروری ہے کہ یہ وہ حفاظتی تدبیر (Safety Valve) ہے جس کے نہ ہونے سے اعتماد جاتا رہتا ہے اور اجتہاد کا عمل دین کے نام پر تجارت بن کر رہ جاتا ہے ۔

میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص اس بات سے انکار یا اس میں شک کر سکتا ہے کہ ہماری شریعہ فیکلٹیاں اور اسلامی یونیورسٹیاں مطلوبہ قابلیت پیدا نہیں کر رہیں۔ ان کی موجود حالت، ان میں داخلہ کی عمومی شرائط ان میں تدریس کے طریقے اور ان کی مدت ، مطلوبہ نگرانی کا فقدان اور جامعات کے اندر اور باہر طلبہ کے صحیح اور پختہ اسلامی کردار کی ضمانت کے نہ ہونے سے، اور ان کے مقاصد کا کاغذ کے ان پرزوں میں محصور ہو جانے سے جنہیں ڈگری کہا جاتا ہے اور جن کو طالب علم محض حصول رزق کا ذریعہ سمجھ کر ان کا طلب گار ہوتا ہے بجائے اس کے کہ وہ علم برائے علم اور خشیت الٰہی کا طلب گار ہو ، یہ تمام حقائق کوئی امید افزا صورت کی نشاندھی نہیں کرتے۔

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ایسی جامعات اور خصوصی ادارے قائم کیے جائیں جو اپنے نظام تعلیم ، نصاب ھائے تدریس،داخلہ کی شرائط اور طلبہ کی دینی ، نفسیاتی اور فکری تربیت کے منصوبے ایسی بنیادوں پر مرتب کریں جس سے بالآخر طلبہ کے اندر اجتہاد کے عناصر ثلاثہ کی تکوین عمل میں آ سکے۔ ان جامعات اور خصوصی اداروں کو ان مدتوں کا پابند بھی نہیں ہونا چاھیئے جو رواجی طور پر دوسری فیکلٹیوں میں مقرر کر لی جاتی ھیں جن کا مقصد محض فارغ التحصیل طلبہ کی پیداوار اسی طرح تیزی سے نکالتے رھنا ہوتا ہے جس طرح مشینوں کے ذریعے کارخانوں سے پیداوار نکلتی رھتی ہے۔

میری رائے میں ان طلبہ کو درجہ متوسط ( مڈل) ھی کے مرحلہ سے منتخب کرکے ثانوی مرحلہ سے گذار کر تیار کر لینا چاھیئے اس طرح کہ نمایاں صلاحیتیں رکھنے والے طلبہ کو ابتدائی سطح ھی سے اس سانچہ میں ڈھال کر اس جامعہ کی سطح پر پہنچا دینا چاھیئے جو عام رواجی جامعات سے الگ خصوصی نہج پر خاص اسی مقصد کیلئے قائم کی گئی ہو۔

ان غیر معمول شرائط کے مطابق شریعت کے طالب علموں کی ایک جماعت کی خصوصی تربیت کا انتظام اور پھر انہیں کسی اختصاصی ادارہ ، فیکلٹی یا جامعہ میں رکھ کر خاص مقاصد کے لئے تیار کرنے کی مثالیں دنیا کے دیگر ممالک میں بھی ملتی ہیں جہاں علم کے بعض شعبوں کے لئے اختصاصی کالج یا فیکلٹیاں قائم کی جاتی ہیں ، ان میں داخلہ اور تعلیم کے لئے کڑے معیار کی شرائط اور پابندیاں عائد کی جاتی ہیں اور ان میں ہر اس طالب کو داخل نہیں کیا جاتا جسے کسی دیگر عام یونیورسٹی میں بھی داخلہ مل جاتا ہو۔

یہاں یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ ہماری تجویز کا مقصد یہ نہیں کہ وہ طلبہ جو ان اداروں سے فارغ ہو کر نکلیں گے جن کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں ان کو تعلیم کے اختتام پر اجتہاد کا پروانہ مل جائے گا بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہی راستہ وہ صحیح راستہ ہے جس پر چل کر اجتہادی صلاحیتیں ہم پیدا کر سکیں گے۔

## ۱۰۔ خاتمہ :

ماضی بعید میں فقہ اسلامی میں کبھی اس بات کی تنگی پیدا نہیں ہوئی کہ وہ مسائل کے ایسے حل پیش کرتا رہے جو شریعۃ اللہ کے مطابق بھی ہوں اور زمانہ کے تقاضوں پر بھی پورے اترتے ہوں۔ اور آج بھی ہم اس کی زندہ مثالیں دیکھ سکتے ہیں ۔ انہی مثالوں میں سے ایک وہ قابل تقلید قدم ہے جو اردنی حکومت نے ۱۹۷۶ء میں اپنا نیا دیوانی قانون نافذ کرکے اٹھایا ہے ۔ یہ قانون بڑی حد تک فقہ اسلامی سے مأخوذ اور عصری تقاضوں پر پورا اترتا ہے۔ اسی طرح کا ایک قدم عرب لیگ کے قانونی شعبہ نے بھی اٹھایا ہے۔ اس شعبہ کی جانب سے ماہرین کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے، اس کمیٹی کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ فقہ اسلامی کی بنیاد پر تمام عرب

ممالک کے لئے ایک مشترک دیوانی قانون کا مسودہ تیار کرے ۔ یہ کمیٹی کام کی بنیاد اور ڈھانچہ کی تعمیر میں پوری بصیرت اور توازن کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے اپنی راہ پر گامزن ہے۔

اسی طرح کی زندہ مثالوں میں اس کامیابی کو بھی شمار کیا جا سکتا ہے جو اسلامی بینکوں نے فقہ اسلامی سے مأخوذ اور ربا سے پاک سرمایہ کاری کا ایک جامع نظام وضع کرکے حاصل کی ہے، ان بینکوں نے اس سلسلہ میں نمایاں عملی کامیابی حاصل کی ہے۔

آج ہم پندرھویں صدی ھجری کے آغاز میں اللہ تعالی سے امید کرتے ھیں کہ وہ اس صدی کو ایسی صدی بنا دے جس میں کہ فقہ اسلامی کا شجر عظیم پھر بارآور ہو جائے اور اس فقہ میں ایک بار پھر اجتہاد کی روح جاری ہو جائے ۔ ایسا اجتہاد جو جدت طرازی کے ساتھ ساتھ اپنی مضبوط بنیادوں پر قائم ہو اور اس کی قابلیت اور اس کی صلاحیتیں ہم میں پھر عود کر آئیں تاکہ یہ ادارہ ایک بار پھر اپنا قابل قدر فریضہ انجام دے کر ھماری اجتماعی زندگی کے ترازو کو سیدھا کر دے ، اس کے مختلف شعبوں کو منظم و مربوط کر دے اور اس کی روبہ ترقی ضرورتوں پر پورا اترنے لگے۔

## حوالہ جات

۱ ۔ دیکھیئے : اصول التشریع الاسلامی ، مصنفہ علامہ علی حسب اللہ ط ۲، ص ۱۲، اور مقدمہ تفسیر ابن کثیر۔

۲ ۔ ایک اور روایت میں لفظ ,, العابدین ,, ( عبادت کرنے والے) آیا ہے، مراد یہ ہے کہ مومنین میں سے عبادت گذار علماء ( دیکھیئے رسالہ : ,, الاجتہاد والتقلید ,, مصنفہ عبد الوہاب خلاف ، ص ۱۹، اور علامہ علی حسب اللہ ، مرجع سابق ص ۱۳۔ اس حدیث کی صحت پر علماء حدیث میں سے بعض محققین درایت نے طعن کیا ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر زور دیا ہے ( دیکھیئے کتاب ,, الشوری ,, مصنفہ ڈاکٹر عبد الحمید اسماعیل انصاری ص ٦٥، لیکن اس کو ضعیف قرار دیئے جانے کا تعلق اس کی سند اور ثبوت الفاظ سے ہے ، جہاں تک اس کے مفہوم کا تعلق ہے تو شوریٰ کے بارے میں نص قرآنی اس کی تائید کرتی ہے۔